اٹھارہواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ المؤمنون

پارہ ۱۸ کی ابتداء سورۃ المؤمنون سے ہورہی ہے، یہ مکی سورت ہے، اس میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں، اس سورت میں اصولِ دین سے بحث کی گئی ہے، سورت کی ابتدائی نو آیات میں مومنین کی سات ایسی صفات ذکر کی گئیں ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت الفردوس کے مستحق ہوں گے، وہ سات صفات درجِ ذیل ہیں:

(۱) سچا ایمان جو کہ ریا اور نفاق سے پاک ہو۔(۲) نماز میں خشوع یعنی اللہ کے سامنے عاجزی اور خوف کے ساتھ کھڑے ہوں۔(۳) لغو سے اعراض، لغو ہر ایسے قول و فعل کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔(۴) کامل طریقے سے زکوٰۃ کی ادائیگی، گویا وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے ہیں۔(۵) وہ زنا اور فحش کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔(۶) وہ امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور وعدے پورے کرتے ہیں۔(۷) نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، وقت کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور ارکان و آداب کی بھی رعایت کرتے ہیں، مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد خود انسان کی زندگی اور اس کی تخلیق کے مختلف مراحل میں ایمان کے جو دلائل پائے جاتے ہیں وہ ذکر کئے گئے ہیں، قرآن نے شکمِ مادر میں انسانی وجود کے مراحل آج سے کئی سو سال پہلے اس وقت بیان کئے تھے، جب کہ عرب و عجم کے حکماء میں سے کوئی بھی ان مراحل کے بارے میں لب کشائی کی جرأت نہیں پاتا تھا، آج کی جدید سائنس اور میڈیکل تحقیقات بھی ان مراحل کی تصدیق کرتی ہیں۔ انسان کے وجود میں دلائلِ ایمان بیان کرنے کے بعد تین قسم کے تکوینی دلائل بیان کئے گئے ہیں:

(۱) ساتوں آسمانوں اور ان کے اندر جو عجیب مخلوقات ہیں ان کی تخلیق۔

(۲) بارش کا برسانا اور اس کے ذریعے مختلف غلہ جات اور پھلوں کا اگانا۔

(۳) چوپایوں اوران کے اندر دودھ، گوشت، اون، سواری اور باربرداری جیسے منافع کا پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اب سورت منتقل ہو جاتی ہے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کی طرف، اس سلسلہ میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔(۲۳-۵۰) ان تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت، ایک ہی پروگرام اور ایک ہی مقصد تھا، یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی زمانے اور ایک ہی ملک میں مبعوث ہوئے تھے لیکن ان انبیاء کے جانے کے بعد ان کے امتی مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ہر گروہ اپنی کھال میں مست اور خیالات پر خوش تھا۔ کیسے کہا جائے کہ آج مسلمان بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں، قرآن بھی ایک، نبی بھی ایک، قبلہ بھی ایک لیکن مسلمان ایک نہیں، بھانت بھانت کی بولیاں، تکفیر و تفسیق کے فتوے، باہم جدل ونزاع ......ان اختلافات کے حل کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ ہر فرقہ کتاب وسنت کے سامنے گردنِ تسلیم خم کر دے۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جو باہم جدل ونزاع میں مصروف ہیں اور ان کے دل غفلت اور جہالت میں پڑے ہوئے ہیں تو دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو آپس میں محبت کرتے ہیں، ان کے دل بیدار اور ہدایت کے نور سے منور ہیں، ان لوگوں کے اندر چار نمایاں صفات پائی جاتی ہیں: پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کی تکوینی اور تشریعی آیات پر ایمان رکھتے ہیں، تیسری یہ کہ وہ ریا سے بچتے ہیں اور ہر عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں، چوتھی یہ کہ انہیں احسان کی صفت حاصل ہوتی ہے یعنی نیک اعمال کرنے کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ پتہ نہیں ہمارے اللہ کے ہاں یہ قبول بھی ہو رہے ہیں یا نہیں؟ (۵۷-۶۱) ان مخلص مومنوں کے مقابلے میں وہ حرمان نصیب بھی

ہیں جو قرآن اور صاحب قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے استہزاء اور سرکشی کے تین بڑے اسباب قرآن نے بیان کئے ہیں: پہلا یہ کہ وہ عقلوں کو استعمال نہیں کرتے بلکہ قرآن میں غور وتدبر کئے بغیر استہزاء اور انکار کرنے لگتے ہیں، دوسرا یہ کہ وہ محض ضد اور عناد کی بناء پر اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں ورنہ ایسا نہیں کہ وہ آپ کو پہچانتے نہ ہوں، وہ آپ کی صداقت وامانت، حسب ونسب اور شخصیت کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے، تیسرا سبب سوالیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں (معاذ اللہ) کوئی جنون کے آثار دکھائی دیتے ہیں؟ یقیناً ان میں سے بعض آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے لیکن ان کی تکذیب کا اصلی سبب یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کو معاذ اللہ مجنون سمجھتے ہیں بلکہ حقیقی سبب یہ ہے کہ وہ حق کو ناپسند کرتے ہیں، اور حق کو اپنی خواہشات کے تابع دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوتا تو نظامِ کائنات میں خلل واقع ہوجاتا۔ (۶۸-۷۱)

توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے بعد سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ سعداء (نیک بخت) اور اشقیاء (بدبخت) سعداء کا اعمال نامہ بھاری ہوگا اور اشقیاء کا اعمال نامہ ہلکا ہوگا، وہاں تعلقات کام نہیں آئیں گے، کفار دنیا میں لوٹنے کی تمنا کریں گے، ظاہر ہے کہ ان کی تمنا پوری نہیں ہوگی، انہیں یاد کرایا جائے گا کہ وہ اہلِ ایمان کا دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے آج ان کے لئے خسارہ کے سوا کچھ نہیں، پھر ان سے "پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کچھ کم رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے اللہ فرمائے گا کہ وہاں تم بہت ہی کم رہے کاش! تم جانتے ہوتے" یعنی اگر تمہارے پاس کچھ عقل وفہم ہوتا تو تم جان لیتے کہ دنیا حقیر اور قلیل ہے، ان سے اس سوال کا مقصد انہیں حسرت میں مبتلا کرنا اور آخرت کی لامحدود زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کی حقارت کو بیان کرنا ہے، اس دن انہیں خود بھی دنیاوی زندگی کی حسّت

اور محدودیت کا احساس ہوگا، ابن کثیر میں ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جب اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کردے گا تو سوال کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تم زمین پر کتنے سال رہے ہو، وہ عرض کریں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ جو ملا تو تم نے اس میں بہت اچھی تجارت کی کہ میری رحمت، میری رضا اور میری جنت کو خرید لیا اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس میں رہو، پھر اہلِ دوزخ سے سوال کیا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنے سال رہے وہ بھی وہی جواب دیں گے جو اہلِ جنت نے دیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں دنیا میں جو رہنے کا موقع ملا تو تم نے اس میں بہت بری تجارت کی کہ میری آگ اور ناراضگی کو خرید لیا اب تم دائمی طور پر اسی میں پڑے رہو۔‘‘ آخری آیت میں اللہ نے اپنے نبی کے واسطہ سے گویا تمام انسانوں کو سکھایا ہے کہ مجھ سے یہ دعا مانگا کرو: ’’اے میرے رب! مجھے معاف فرمادے اور مجھ پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔‘‘

سورۃ النور

سورۂ نور مدنی ہے اس میں ٦٤ آیات اور ٩ رکوع ہیں ، اسے سورۂ نور ایک تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ’’نور‘‘ کا لفظ آیا ہے ’’اللّٰہ نورا لسموت والارض‘‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایسے آداب وفضائل اور احکام وقواعد بیان کئے گئے ہیں جو اجتماعی زندگی کی راہ کو منور اور روشن کردیتے ہیں، اس سورت میں زیادہ تر ایسے احکام مذکور ہیں جو عفت وعصمت سے تعلق رکھتے ہیں، اسی لئے یہ سورت عورتوں کو سکھانے کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۃ النساء سکھاؤ۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سورت خواتین کو سکھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عفت وعصمت، گھریلو اور معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لئے جو احکام بیان

کیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

احکام آداب:

پہلا اور دوسرا حکم زنا کی سزا اورزانیوں کا حکم بیان کرنے کے بارے میں ہے ، زانی مرداورعورت اگرغیرشادی شدہ ہوں تو ان کی سزا سوکوڑے ہیں جوکہ قرآن میں مذکور ہےاوراگر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا رجم ہے جوکہ متواتر احادیث میں بیان ہوئی ہے۔زانیوں کے بارے میں ایک عمومی رویہ بتایا گیا ہے کہ انہیں شریکِ زندگی بنانے کے لئے وہی لوگ آمادہ ہوتے ہیں جوخود بھی زانی اور بدکار ہوتے ہیں۔

تیسرا حکم حد قذف کا ہے یعنی اگرکوئی شخص کسی عاقل بالغ پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے مگراس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے پرلعنت کریں گے اور پھران کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔

چوتھا حکم ِلعان کا ہے جوکہ میاں بیوی کے ساتھ خاص ہے، اگرشوہر بیوی پرزنا کی تہمت لگائے مگراس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے پرلعنت کریں گےاور پھران کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔

پانچویں حکم کے طور پر قصہ اِفک بیان کیا گیا ہے، افک کا معنی ہے جھوٹ اور بہتان، یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے بہتان لگایا، یہ بہت بڑا بہتان تھا جو بہت بڑی ہستی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور مسلمانوں کی روحانی ماں پر لگایا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے دس آیات میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے، ان آیات میں منافقوں کی مذمت ہے، مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ آئندہ کبھی اس قسم کی بہتان تراشی میں حصہ دار نہ بنیں اور حرم نبوی کی عفت وعصمت کا اعلان فرمایا گیا، تاریخ انسانی میں ایسا پہلی بار ہوا کہ کسی شخصیت کی پاکدامنی کا اعلان بذریعہ وحی کیا گیا، اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔(۱۱-۲۰)

چھٹا حکم گھر میں داخل ہونے کی اجازت اور آداب کے بارے میں ہے، فرمایا گیا کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو، مستحب یہ ہے کہ اجازت سے قبل سلام کر لیا جائے۔(۶۷-۶۹)

ساتواں حکم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، عورتوں کو اپنے شوہروں، اپنے والد، سسر، حقیقی بیٹوں، شوہر کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں، لونڈیوں، ان طفیلی مردوں جو عورتوں کی طرف توجہ نہ رکھتے ہوں، اسی طرح ان بچوں کے سامنے جو خواتین کی پردے کی باتوں سے واقف نہ ہوں، اپنی زینت ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ان کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔(۳۱)

آٹھواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ ایسے آزاد مرد اور عورتیں یا غلام جو حقوقِ زوجیت ادا کر سکتے ہوں ان کا نکاح کروا دو، یونہی لونڈیوں کے نکاح کی بھی ترغیب دی گئی ہے، اصل میں اسلام، زنا کو کسی طور بھی برداشت نہیں کرتا اور زنا کا اس وقت تک سدِ باب نہیں ہو سکتا جب تک کہ نکاح کو آسان نہ کیا جائے، اسلام نے نکاح کو آسان بھی کیا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی ہے۔(۳۲)

نواں حکم لونڈیوں اور غلاموں کے بارے میں ہے، اسلام کی روشنی دنیا میں پھیلنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا رواج تھا، اور اس لاوارث اور بے سہارا طبقے پر بے پناہ ظلم کیا جاتا تھا، اسلام نے اس رواج میں انقلابی اصلاحات کیں، ان پر ظلم کا دروازہ قطعی طور پر بند کر دیا، دوسرے انسانوں کی طرح ان کے لئے بھی حقوق مقرر کیے، انہیں آزاد کرنا اللہ کی رضا کا سبب بتایا، مختلف گناہوں کے کفارہ کے طور پر بھی انہیں آزاد کرنے کا حکم دیا، ایک اہم ہدایت یہ کی کہ جو غلام یا لونڈی کچھ روپیہ پیسہ ادا کر کے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہوں ان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا کرو، اس معاہدے کو اصطلاح میں مکاتبت کہا جاتا ہے۔

دسواں حکم اصل میں زمانۂ جاہلیت کے ایک قطعی حرام ذریعۂ معاش کی تردید کے لئے ہے، نزولِ قرآن سے قبل بعض ظلم پیشہ اور حریص لوگوں نے لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں اجرت

کے بدلے زنا پر مجبور کرتے تھے، عبداللہ ابن ابی جیسا ''چوہدری'' جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرتِ مدینہ سے پہلے مدینہ کا ''بے تاج بادشاہ'' بنانے کی تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں اس نے بھی ایسی لونڈیاں پال رکھی تھیں، یہاں ایسا کرنے سے منع کیا گیا، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اگر وہ بخوشی زنا پر آمادہ ہوں تو پھر جائز ہے، ناجائز اور حرام تو دونوں صورتوں میں ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب وہ لونڈی ہونے کے باوجود اس فعل سے نفرت کرتی ہیں تو تم جو کہ آزاد ہو تمہیں تو بطریقِ اولیٰ اس سے نفرت کرنی چاہیے۔(۳۳)

یہ دس احکام وآداب بیان کرنے کے بعد عقیدہ وایمان اور نورِ حق کا بیان ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ہدایت دیتا ہے، بات کو واضح کرنے کے لئے یہاں تین مثالیں ذکر کی گئی ہیں اور یہ قرآن کا ایک خاص انداز ہے کہ وہ معانی کی وضاحت کے لیے حسّی مثالیں پیش کرتا ہے، ان میں سے پہلی مثال اہلِ یقین وایمان کے لئے ہے دوسری اور تیسری مثال اہلِ باطل کے لئے ہے، پہلی مثال میں مومن کے دل میں جو نور ہوتا ہے اسے اس چراغ کے نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو صاف شفاف شیشے سے بنی ہوئی کسی قندیل میں ہو اور اس قندیل کو کسی طاقچے میں رکھ دیا جائے تاکہ اس کا نور اس معیّن جہت ہی میں رہے جہاں اس کی ضرورت ہے، اس چراغ میں جو تیل استعمال ہوا ہے وہ تیل زیتون کے مخصوص درخت سے حاصل شدہ ہے، اس تیل میں ایسی چمک ہے کہ بغیر آگ دکھائے ہی چمکتا دکھائی دیتا ہے۔(۳۵) یہی حال مومن کے دل کا ہے کہ وہ حصولِ علم سے قبل ہی ہدایت پر عمل پیرا ہوتا ہے، پھر جب علم آجائے تو نور علی نور کی صورت ہوجاتی ہے، یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''مومن کا دل حق کو بیان کئے جانے سے پہلے ہی حق کو پہچان رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کا دل پہلے ہی سے حق کے موافق ہوتا ہے۔''

اہلِ باطل کے لئے جو دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے پہلی مثال ان کے اعمال کی ہے جنہیں وہ اچھا سمجھتے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے اعمال کی مثال سراب جیسی ہے، جیسے پیاسا شخص دور سے سراب کو پانی سمجھ بیٹھتا ہے لیکن جب قریب آتا ہے تو وہاں پانی کا نام ونشان بھی

نہیں ہوتا، یہی حال کافر کا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو نافع سمجھتا ہے لیکن جب موت کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا، اس کے اعمال غبار بن کر اڑ چکے ہوں گے۔(۳۹)

دوسری مثال میں ان کے عقائد کو سمندر کی تہ بہ تہ تاریکیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جہاں انسان کو اور تو اور اپنا ہاتھ تک دکھائی نہیں دیتا، یہی حال کافر کا ہے جو کفر اور ضلالت کی تاریکیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔(۴۰)

اہلِ حق اور اہلِ باطل کی مثالیں بیان کرنے کے بعد عالمِ بالا اور عالم اسفل میں رات اور دن کے ہیر پھیر، بارش برسانے، ارض وسما کی تخلیق، پرندوں کی اڑان، اور مختلف قسم کے چوپایوں کو پیدا کرنے کی صورت میں اللہ کے وجود اور توحید کے جو دلائل ہیں ان کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔(۴۱-۴۵)

دلائلِ توحید کے بعد منافقین اور مومنین دو گروہوں کا تقابلی تذکرہ ہے، منافق ایمان اور اطاعت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں لیکن جب عملی زندگی میں کوئی ایسا مرحلہ پیش آتا ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے میں ان کا ذاتی نقصان ہوتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں جب کہ مومن ہر حال میں اطاعت پر آمادہ رہتے ہیں، سچے مومنوں کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا کہ انہیں زمین پر خلافت عطا کرے گا، اللہ نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دکھایا، مسلمانوں کو جزیرۃ العرب پر غلبہ حاصل ہوا، مشرق ومغرب کے ممالک ان کے زیرِ نگیں آ گئے ہیں اور انہوں نے فارس اور روم جیسی مضبوط سلطنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔(۴۷-۵۵)

توحید کے دلائل، منافقوں اور مومنوں کے تقابل اور وعدۂ خلافت کے بعد اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تین مزید احکام بیان کئے گئے ہیں: پہلا حکم چھوٹے بچوں اور گھر میں رہنے والے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں ہے کہ وہ نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر کے قیلولہ کے وقت اور نمازِ عشاء کے بعد اگر تمہارے خلوت والے کمرے میں داخل ہوں تو اجازت لے کر داخل ہوں کیونکہ ان تین اوقات میں عام طور پر عمومی استعمال کا لباس اتار کر نیند کا لباس پہن لیا جاتا

ہے۔دوسرا حکم یہ ہے کہ بچے جب بالغ ہو جائیں تو دوسرے بالغ افراد کی طرح ان پر بھی لازم ہے کہ وہ جب بھی گھر میں آئیں تو اجازت لے کر یا کسی بھی طریقے سے اپنی آمد کی اطلاع دے کر آئیں ،مثال کے طور پر کھانس کر یا پاؤں کی آہٹ پیدا کر کے۔تیسرا حکم ان عورتوں کے بارے میں ہے جو بہت بوڑھی ہو جائیں اور نکاح کی عمر سے گزر جائیں کہ وہ اگر پردہ کے ظاہری کپڑے اتار دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔گزشتہ دس احکام کے ساتھ ملا کر کل تیرہ احکام وآداب مذکور ہو چکے ہیں۔

چودھواں ادب یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

پندرھواں ادب یہ ہے کہ جب تم کسی اجتماعی مشورہ وغیرہ کے سلسلہ میں مجلس میں بیٹھے ہو تو اجازت کے بغیر مجلس سے نہ اٹھا کرو۔

سولھواں ادب یہ ہے کہ اللہ کے رسول کو ایسے نہ پکارا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔سورت کا اختتام اس بات پر ہوا ہے کہ یہ ساری کائنات اللہ کی قدرت اور علم کے ماتحت ہے ،اللہ سب کے حالات اور اعمال جانتا ہے ،قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]